رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی

سراپا رحمت تعلیمات

بلال عبدالحی حسنی ندوی

یچ - یم - حسین ٹرسٹ

H. M. Husain Trust

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی

سراپا رحمت تعلیمات

خطبات دکن سیریز (۳)

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کی

سراپا رحمت تعلیمات

بلال عبد الحی حسنی ندوی

ناشر

ایچ۔ ایم۔ حسین ٹرسٹ

H. M. Husain Trust

جملہ حقوق محفوظ

طبع اول

ستمبر ۲۰۱۶ء مطابق ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ

کتاب : رحمۃ للعالمین (ﷺ) کی سراپا رحمت تعلیمات

مصنف : بلال عبد الحی حسنی ندوی

صفحات : اڑتالیس (۴۸)

تعداد : ایک ہزار (۱۰۰۰)

قیمت :

انتساب

جناب عبد القادر سیٹھؒ اور اماں جیؒ

(دادا اور دادی انجینئر محمد عثمان حیدر آبادی)

ناشر

ایچ - یم - حسین ٹرسٹ

H. M. Husain Trust

E-Mail: hmhamuwash@yahoo.com

Cell: +91-7095168679

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست

نبی پاک (ﷺ) کی سراپا رحمت تعلیمات

رحمۃ للعالمین ﷺ سے پہلے دنیا کی حالت ۶
دین رحمت ۱۱
عقائد ۱۳
نماز ۱۵
زکوۃ ۱۶
روزہ ۱۸
حج ۱۹
خطبہ عرفات کی چند جھلکیاں ۲۰
معاملات ۲۴
معاشرت ۲۷
نظام حدود و تعزیرات ۲۹
اسلامی جہاد ۳۱
سراپا رحمت تعلیمات ۳۳

گھر والوں کے لیے ۳۵
بچوں کے لیے ۳۶
خواتین کے لیے ۳۷
کمزوروں کے لیے ۳۹
یتیموں کے لیے ۴۰
ضرورت مندوں کے لیے ۴۰
خادموں اور نوکروں کے لیے ۴۱
جانوروں کے لیے ۴۳
رحمت کی ہمہ گیری ۴۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رحمۃ للعالمین (ﷺ) کی سراپا رحمت تعلیمات

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دنیا کی حالت

حضرت مسیح علیہ السلام کی بعثت کو ساڑھے پانچ سو سال گذر چکے تھے، دنیا کی قومیں شتر بے مہار تھیں، انسانیت لگتا تھا کہ دم توڑ دے گی، انسان اپنی خواہشات کے آگے مجبور تھا، رسم ورواج کی غلامی سے نکلنا اس کے لیے ممکن نظر نہ آتا تھا، لگتا تھا کہ دنیا کی گاڑی ایک ایسی ڈھلوان پر پڑ گئی ہے کہ شاید اب سنبھل نہ سکے گی، مگر اس بھری دنیا میں کوئی ایسا ستارہ نظر نہ آتا تھا کہ چلنے والے کو صحیح سمت معلوم ہو سکے، دنیا کے مذاہب اپنی شکل کھو چکے تھے، اگر ان مذاہب کے اولین بانی وعلم بردار حضرات انبیاء کرام علیہم السلام دوبارہ آکر اس حالت کو دیکھتے تو پہچاننے سے انکار کر دیتے اور اپنی طرف ان کا انتساب ہرگز گوارہ نہ کرتے۔

یہودی مذہب چند بے جان رسموں کا مجموعہ تھا، جن میں زندگی کی کوئی رمق باقی نہ تھی، وہ ایک نسلی مذہب بن کر رہ گیا تھا، اس کے پاس دنیا کے لیے کوئی پیغام اور اقوام عالم کے لیے کوئی دعوت اور انسانیت کے لیے چارہ سازی اور مسیحائی کا کوئی سامان نہ

تھا، عیسائیت اپنے دور اول ہی سے سینٹ پال کی تحریف کا شکار ہو چکی تھی، رومی نصرانیوں کی بت پرستی اس کے رگ وریشہ میں گھس چکی تھی اور حضرت مسیح علیہ السلام کی سادہ تعلیمات اس مشرکانہ ملبے کے نیچے دفن ہو چکی تھیں، مجوسیت کی چند رسموں سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں تھی، ان رسموں کی ادائیگی کے بعد وہ قوم بالکل آزاد تھی، اپنی خواہش کے مطابق وہ زندگی گذارتے، ان میں اور ایک ضمیر فروش، بے کردار شخص کی زندگی میں کوئی فرق باقی نہیں رہ گیا تھا، بودھ مذہب ایک ایسے بت پرستانہ مذہب میں تبدیل ہو چکا تھا کہ بت اس کے جلو میں چلتے تھے، جہاں اس کا پڑاؤ ہوتا وہیں گوتم بدھ کی مورتی نصب کی جاتی، زندگی سے اس کا کوئی تعلق باقی نہ رہ گیا تھا، جہاں تک ہندو مذہب کا تعلق ہے وہ دیوی دیوتاؤں کی کثرت میں سب سے آگے تھا، اس وقت معبودوں کی تعداد تینتیس (۳۳) کروڑ بتائی جاتی ہے، غرض ہر نفع یا نقصان پہنچانے والی چیز ان کے نزدیک پوجنے کے لائق تھی، جہاں تک عربوں کا تعلق ہے جن کو نسبت ابراہیمی کا دعوی تھا، وہ انتہائی گھٹیا قسم کی بت پرستی میں مبتلا تھے۔

اس دور میں دنیا کی دو بڑی طاقتیں سمجھی جاتی تھیں، ایک رومن امپائر (روم) اور دوسری پرشین امپائر (ایران) لیکن یہ دونوں حکومتیں انتہائی انسانی زوال کا شکار تھیں، اخلاق وکردار کے نام مٹ چکے تھے، ان کا کام صرف کسی نہ کسی طریقہ پر مال جمع کرنا، پھر عیش وعشرت میں اس کو صرف کرنا تھا، عیش پرستی میں وہ اتنا آگے بڑھ چکے تھے کہ اس کی سرحدیں درندگی اور بربریت تک پہنچ چکی تھیں، اعلی قسم کی دعوتوں میں وہ کسی غلام کو پکڑ کر کسی ستون میں باندھ دیتے اور پھر اس کی روشنی میں کھانا کھاتے اور بربریت کی انتہاء یہ ہے کہ جب وہ جل کر دم توڑنے لگتا تو یہ ان کے لیے سب سے قیمتی وقت (Peak Time) ہوتا، اس کو دیکھنے کے لیے وہ ٹوٹے پڑتے تھے، ان کی غلامانہ ذہنیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ:

''جب اسلامی فتوحات کے نتیجہ میں ایران کا آخری تاجدار یزدگرد اپنے دارالحکومت مدائن سے فرار ہوا تو اس حالت میں بھی اس کے ساتھ ایک ہزار باورچی، ایک ہزار مغنی، ایک ہزار چیتوں کے منتظم اور ایک ہزار شکروں کی دیکھ بھال کرنے والے اور خدم وحشم اور مصاحبین کی ایک بڑی تعداد تھی، اتنے بڑے لاؤ لشکر کے باوجود بھی وہ اس تعداد کو کم اور خود کو ایک انتہائی معمولی اور حقیر پناہ گزیں سمجھتا تھا، وہ محسوس کرتا تھا کہ مصاحبین وملازمین کی تعداد اور تعیش وتفریح کے سامان کی کمی کے باعث اس کی حالت انتہائی قابل رحم ہے۔(۱)

اسی غلامانہ ذہنیت کا واقعہ یہ بھی ہے کہ دوران سفر اس کو پیاس لگی، مٹی کے آبخورے میں جب اس کو پانی پیش کیا گیا تو بولا کہ ''میں ہمیشہ سونے، چاندی کے برتنوں میں پانی پینے کا عادی رہا ہوں، میں مرجاؤں گا، لیکن اس میں پانی نہیں پی سکتا''۔

ارباب حکومت کی اس انتہائی اور تعیشانہ زندگی کے ساتھ وہاں کے عوام کا حال کیا تھا؟ اس کا کچھ اندازہ ذیل کی عبارت سے لگایا جاسکتا ہے:

''دوسری طرف غریب عوام سخت مفلوک الحال اور مصیبت زدہ تھے، اور اپنی قسمت کو روتے تھے، ان کو جسم وجان کا رشتہ باقی رکھنے کے لیے بھی سخت جدوجہد کرنی پڑتی تھی، مختلف قسم کے ٹیکسوں، طرح طرح کی بندشوں اور بیڑیوں نے ان کی زندگی کو عذاب جان بنادیا تھا، اور وہ مویشیوں کی طرح زندگی گزار رہے تھے، اس مصیبت سے تنگ آکر اور ان ٹیکسوں اور لازمی فوجی بھرتی سے عاجز ہوکر بہت سے کسانوں نے اپنے کھیتوں کو خیرباد کہہ دیا اور راہبوں کی خانقاہوں اور معبدوں

---

(۱) ماخوذ از: نبی رحمت، ص: ۵۰-۵۱

میں پناہ لی، وہ مشرقی ساسانی سلطنت اور مغربی بازنطینی سلطنت کی طویل وخون آشام جنگوں میں (جو تاریخ کے مختلف وقفوں میں ہوتی رہیں، اور جن میں نہ عوام کی کوئی مصلحت اور نہ ان کو اس سے کوئی دلچسپی تھی) حقیر ایندھن کی طرح کام آتے رہے"۔(۱)

یورپین قومیں اس وقت جہالت کی دلدل میں دھنسی ہوئی تھیں، وہ خونریز جنگوں میں مشغول تھے، ان کے جسم گندے اور دماغ اوہام وخرافات سے بھرے ہوئے تھے، کوئی بیمار ہوتا تو علاج کی کوئی تدبیر ان کے پاس نہ تھی، اس کو جنگل میں ڈال آتے کہ اچھا ہوتا ہے تو ہو جائے گا ورنہ وہیں مر جائے گا، ان کے یہاں یہ طے نہ تھا کہ عورت انسان ہے یا حیوان، بریفالٹ یورپ کے اس دور پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"پانچویں صدی سے لے کر دسویں صدی تک یورپ پر گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی، اور یہ تاریکی تدریجاً زیادہ گہری اور بھیانک ہوتی جارہی تھی، اس دور کی وحشت و بربریت زمانہ قدیم کی وحشت و بربریت سے کئی درجہ زیادہ بڑھی چڑھی تھی، کیونکہ اس کی مثال ایک بڑے تمدن کی لاش کی تھی جو سڑ گئی ہو، اس تمدن کے نشانات مٹ رہے تھے، اور اس پر زوال کی مہر لگ چکی تھی، وہ ممالک جہاں یہ تمدن برگ و بار لایا اور گذشتہ زمانہ میں اپنی انتہائی ترقی کو پہنچ گیا جیسے اٹلی، فرانس، وہاں تباہی، طوائف الملوکی اور ویرانی کا دور دورہ تھا"۔(۲)

ہندوستان جو قدیم زمانہ میں ریاضیات، فلکیات اور طب وفلسفہ میں ایک نام پیدا کر چکا تھا، چھٹی صدی عیسوی کا آغاز اس کے بدترین دور کا آغاز تھا، اس کی عبادت گاہیں بھی عیاشی سے پاک نہ تھیں اور نہ ان کو عیب کی بات سمجھا جاتا تھا، عورت

---

(۱) نبی رحمت، ص:۵۱ (۲) نبی رحمت، ص:۵۶

کا کوئی احترام نہ تھا، شوہر کے مرنے کے بعد اس کی زندگی حیوان سے بدتر تھی، اس لیے شریف خاندانوں میں شوہر کے مرنے کے بعد ستی ہوجانے کا رواج تھا، طبقاتی اونچ نیچ انتہاء پر تھی، شودر، اچھوت سمجھے جاتے تھے، نہ وہ کچھ کما سکتے تھے، نہ جمع کر سکتے تھے، نہ کسی اونچی ذات والے کے پاس بیٹھ سکتے تھے، نہ ان کو چھو سکتے تھے، نہ مقدس کتابوں کا پڑھنا ان کے لیے جائز تھا، پورا ملک انتشار کا شکار تھا، اور ٹکڑوں میں بٹا ہوا تھا، اس میں سینکڑوں حکومتیں تھیں، جو آپس میں برسرپیکار رہا کرتی تھیں۔

اس وقت عرب دنیا کے سڑے ہوئے تمدن سے گرچہ دور تھے، مگر ان کا اخلاقی نظام پوری طرح بگڑ چکا تھا، وہ شراب اور جوئے کے رسیا تھے، ان کی سنگ دلی کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ وہ صرف عار کے ڈر سے لڑکیوں کو زمین میں زندہ گاڑ دیا کرتے تھے، عورت کی ان کے یہاں کوئی عزت نہیں تھی، قبائلی اور نسلی، خاندانی اور خونی عصبیت ان کی گھٹی میں پڑی تھی، بات بات پر جھگڑے کرنا اور معاملہ جنگ تک پہنچ جانا عام بات تھی، حالی نے اس کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

کبھی گھوڑا آگے بڑھانے پہ جھگڑا
کبھی پانی پینے، پلانے پہ جھگڑا
یوں ہوتی رہتی تھی تکرار ان میں
یوں ہی چلتی رہتی تھی تلوار ان میں

ایک معمولی واقعہ اکثر بڑی طویل اور خونریز جنگوں کا سبب بن جاتا تھا، بعض بعض جنگوں کا سلسلہ چالیس سال چلا اور ہزاروں آدمی اس میں اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

حاصل یہ کہ یہ تاریخ کا بدترین دور تھا اور انسانیت کے مستقبل اور اس کی بقا و ترقی کے لحاظ سے انتہائی تاریک اور مایوس کن، ایک حدیث میں آتا ہے کہ:

"ان الله نظر الى أهل الأرض فمقتهم، عربهم وعجمهم الا بقايا من أهل الكتاب"(۱)

(اللہ نے زمین پر نگاہ فرمائی تو انتہائی ناراض ہوا، عربوں اور عجمیوں پر، سوائے کچھ اہل کتاب کے)

لیکن اس ارحم الراحمین نے انسانوں کی حالت زار پر رحم فرمایا، اور دنیائے انسانیت کی کشتی کو پار لگانے کے لیے اور انسانوں کو ہر طرح کی غلامی سے نکال کر ایک اللہ کی غلامی میں لانے کے لیے اس نے اپنے آخری اور محبوب نبی خاتم النبیین رحمۃ للعالمین ﷺ کو دنیا میں مبعوث فرمایا۔

دین رحمت

ارحم الراحمین نے رحمۃ للعالمین کے ذریعہ سے دنیائے انسانیت کو دین و شریعت کا جو نظام عطا فرمایا وہ بھی سراپا رحمت ہے، گذشتہ قوموں کو جو تعلیمات دی گئی تھیں ان میں بعض شرعی احکامات اتنے سخت تھے کہ ان پر اس امت کے لیے عمل کرنا آسان نہ تھا، قدیم زمانہ میں لوگ بڑے ڈیل ڈول کے اور قوی جسامت رکھنے والے ہوتے تھے مگر یہ دین قیامت تک کے لیے اور تمام عالم انسانیت کے لیے ہے اس میں اس کی ضرورت تھی کہ لوگوں کے قویٰ اور ان کی جسامت کا لحاظ رکھا جائے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کا تذکرہ بھی فرمایا کہ

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْساً إِلَّا وُسْعَهَا﴾ (البقرة: ۲۸۶)

(اللہ (تعالیٰ) کسی کو طاقت سے بڑھ کر مکلف نہیں بناتا)

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی کو نبی رحمت بنایا، رحمۃ للعالمین بنایا اور ان کے ذریعہ سے دیا گیا آخری نظام شریعت کو سراپا رحمت بنایا، اس لیے ارشاد نبوی ہے:

---

(۱) صحیح مسلم: ۲۸٦٥

"ان هـذا الـديـن يسر ولن يشاد الدين أحد الا غلبه فسددوا وقـاربـوا وأبشروا ويسروا واستعينوا بالغدوة والروحة وشئ من الدلجة" (۱)

(یہ دین آسان ہے اور جو بھی دین سے زور آزمائی کرے گا دین اس پر غالب آجائے گا تو میانہ روی اختیار کرو اور قریب تر رہنے کی کوشش کرو اور بشارت قبول کرو، آسانی پیدا کرو اور صبح و شام اور کچھ رات کے حصہ میں عمل کر کے مدد چاہو)

یہ تعلیمات رحمت ہی رحمت ہیں، عقائد ہوں یا عبادات، معاملات ہوں یا طرز معاشرت ہر جگہ رحمت کے جلوے نظر آتے ہیں، آنحضور ﷺ کو جب بھی معلوم ہوا کہ کوئی اپنے اوپر سختی کرنا چاہتا ہے تو آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا، ایک مرتبہ مسجد نبوی میں آپ ﷺ نے ایک رسی بندھی ہوئی دیکھی دریافت فرمایا تو بتایا گیا کہ یہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ہے جب وہ نماز پڑھتے پڑھتے تھک جاتی ہیں تو اس پر ٹیک لگا لیتی ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو کھول کر پھینک دو، تم میں سے جب کوئی تھک جائے تو آرام کرنا چاہیے، اور جب تک نشاط باقی رہے عبادت کرنا چاہیے۔ (۲)

ایک مرتبہ تین صحابہ کے بارے میں آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ ان میں سے ایک نے کہا کہ میں رات بھر نمازیں پڑھوں گا، دوسرے نے کہا کہ میں دن بھر روزے رکھوں گا، تیسرے نے کہا کہ میں کبھی شادی نہیں کروں گا، آپ ﷺ ان پر ناراض ہوئے، اور فرمایا کہ میں تم میں سب سے زیادہ تقوی رکھنے والا ہوں، میں سوتا بھی ہوں، جاگتا بھی ہوں، روزہ بھی رکھتا ہوں، افطار بھی کرتا ہوں، اور میں نے شادیاں بھی کی ہیں۔ (۳)

---

(۱) سنن النسائی: ۵۰۳۷ (۲) بخاری: ۱۱۵۰ (۳) بخاری: ۵۰۶۳

ایک صحابی نے آپ ﷺ سے مسلسل روزہ رکھنے کی اجازت چاہی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں صوم داودی رکھو، حضرت داود کا معمول تھا کہ ایک دن روزہ رکھتے ایک دن افطار کرتے۔(۱)

آپ ﷺ جب کسی کو دعوت کے لیے بھیجتے تو فرماتے کہ

"یسرا و لا تعسرا، بشرا و لا تنفرا"(۲)

(آسانی پیدا کرو تنگی مت کرو، بشارت کی بات کہو، تنفر مت کرو)

آپ کی سراپا رحمت تعلیمات زندگی کے ہر شعبہ کو اپنے جلو میں لیے ہوئے نظر آتی ہیں، کوئی شعبہ زندگی کا ایسا نہیں ہے کہ اس میں رحمت کے مظاہر نہ ہوں۔

عقائد

آنحضور ﷺ نے جو بنیادی عقائد امت کے سامنے رکھے وہ بھی سراپا رحمت ہیں، اللہ کی وحدانیت اس رحمت کا سب سے بڑا مظہر ہے، انسانیت نہ جانے کہاں کہاں ٹھوکریں کھاتی پھر رہی تھی، کوئی کسی پتھر کے آگے سر رکھ رہا تھا تو کوئی کسی درخت کو پوج رہا تھا، معبودوں کی کثرت نے ایسا ذہنی انتشار پیدا کردیا تھا کہ اس نے انسانوں کا سکون غارت کردیا تھا، اللہ کے رسول ﷺ نے ان تنگ و تاریک گلیوں سے نکال کر عقیدۂ توحید کی ایسی وسعت عطا کی کہ قلب و دماغ روشن ہوگئے، اوران کو ایسی توانائی حاصل ہوئی کہ انسان کو دنیا میں جینے کا مزہ ملا۔

زمانہ جاہلیت میں اہل شرک اپنے خود ساختہ وخود تراشیدہ معبودوں کو لیے پھرتے تھے، سفروں میں ان کو ساتھ رکھنا پڑتا تھا، یا اس کے لیے مخصوص مقامات پر جانا لازمی تھا، معبود تک رسائی کے لیے ان کو نہ جانے کیا کیا جتن کرنے پڑتے تھے اور پھر وہ حقیقی معبود سے دور تھے، نبی رحمت ﷺ نے انسانوں کو ان کے خالق سے ملا دیا،

---

(۱) بخاری: ۱۹۷۷ (۲) بخاری: ۳۰۳۸

اور حضوری کی ایسی لذت عطا کر دی کہ بندہ کہیں بھی ہو وہ سفر میں ہو یا حضر میں، دن کی روشنی میں ہو یا رات کی تاریکی میں، لوگوں کے مجمع میں ہو یا تنہائیوں میں، وہ کہیں بھی اور جس حال میں بھی ہو اپنے رب سے اس کا تعلق جڑا ہوا ہے وہ جب بھی چاہے اپنے مالک سے فریاد کر سکتا ہے اور اپنی ضرورت اس کے سامنے رکھ سکتا ہے، حقیقت میں یہ توحید کا عقیدہ سراپا رحمت عقیدہ ہے۔

پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا تمام انسانوں کے لیے کتنی بڑی رحمت ہے کہ اب نہ کسی آنے والے کا انتظار کرنا ہے اور نہ کسی دعوی کرنے والے کو پرکھنا اور جانچنا ہے، ختم رسالت ہی سے ختم شریعت وابستہ ہے، اب اس شریعت میں بھی کسی تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں، اسی پر چلنا ہے، ہر طرح کے اضطراب وانتشار سے بچانے کا یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جس کو ''ختم نبوت'' کہتے ہیں۔

پھر عقیدۂ آخرت کو جس صاف ستھرے اور دو ٹوک انداز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دیا اس سے ایک بندہ اپنی زندگی روشن کر سکتا ہے، اور اس کے ہمہ وقت استحضار سے اپنے رخ کو درست رکھ سکتا ہے، اس میں نہ دماغ کو الجھانے کی ضرورت ہے، نہ اپنی توانائی اس سوچ میں صرف کرنے کی ضرورت ہے کہ مرنے کے بعد کیا ہوگا، وہ ساری حقیقتیں اور اس کی تفصیلات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرما دی ہیں۔

پھر اللہ کی اتاری ہوئی سراپا رحمت کتاب اور اس کی تعلیمات اور اس کے وہ فرشتے جو اللہ کے نیک بندوں کے لیے ہمہ وقت دعا گو ہیں، اور ان میں ایک تعداد اسی میں لگی ہوئی ہے کہ وہ اہل ایمان کے لیے دعا کرتی ہے، اور پھر تقدیر کا عقیدہ ایک انسان کے لیے کس قدر سکون کا ذریعہ ہے کہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے جو ہوتا ہے سب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے، یہ سپردگی کا عقیدہ کس قدر سکون عطا کرتا ہے، یقیناً یہ عقائد اپنے اندر رحمت کے ایسے مظاہر رکھتے ہیں کہ ان سے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی سراپا رحمت تعلیمات کا آغاز ہوتا ہے۔

نماز

عقائد کے بعد اسلام کے چار ارکان ہیں، جن پر اسلام کی عمارت قائم ہے، ان میں سے پہلا رکن نماز ہے، جو مومن کے لیے ربانی تحفہ ہے، معراج کے موقع پر آنحضور ﷺ کے ذریعہ سے یہ ایمان والوں کو عطا ہوا، اللہ نے آپ ﷺ کو معراج روحانی وجسمانی عطا فرمائی، تو اس نبی رحمت کے طفیل میں تمام ایمان والوں کو نماز کے ذریعہ سے روحانی معراج کا موقع عطا فرمایا کہ بندہ اس میں اپنے رب سے اتنا قریب ہوتا ہے کہ دل میں ایک ٹھنڈک اور دماغ میں فرحت محسوس کرتا ہے، اور جس کا ایمان جتنا طاقتور ہوتا ہے اس کو نماز سے اتنا ہی قرب ربانی حاصل ہوتا ہے، آپ ﷺ نے اس کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک فرمایا ہے، مگر یہ بھی نبی رحمت کا فیض ہے کہ آپ ﷺ نے لوگوں کا خیال رکھنے کا اس میں بھی حکم فرمایا ہے، ارشاد ہوتا ہے:

"اذا أم أحدكم الناس فليخفف فان فيهم الصغير والكبير والضعيف والمريض"(۱)

(تم میں جو بھی نماز پڑھائے اسے چاہیے کہ وہ نماز ہلکی پڑھائے، اس لیے کہ تم میں بچے بھی ہیں، بڑے بھی ہیں، اور کمزور بھی ہیں، مریض بھی ہیں)

ایک طرف نماز روح کے لیے سراپا رحمت ہے تو دوسری طرف اس میں ایسے آداب بھی بتا دیئے گئے ہیں کہ کسی کو جسمانی طور پر بھی مشقت کا بوجھ نہ پڑے، خود آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نماز پڑھاتا ہوں اور بچوں کے رونے کی آواز سن لیتا ہوں تو اس خیال سے نماز کو مختصر کر دیتا ہوں کہ ماں کو اس میں پریشانی ہوگی۔(۲)

ایک مرتبہ ایک صاحب نے شکایت کی کہ ہمارے امام صاحب بہت طویل

---

(۱) ترمذی: ۲۳۶ (۲) بخاری: ۷۰۷

قرأت کرتے ہیں اور ہم لوگ کسان لوگ تھکے ماندے ہوتے ہیں، آپ ﷺ نے ان امام صاحب کو بلوا کر سرزنش فرمائی اور فرمایا: ''کیا تم چاہتے ہو کہ لوگ فتنہ میں پڑ جائیں''؟(۱)

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''لو لا أشق على أمتي لأمرتهم بالسواك عند كل صلاة ولأخرت صلاة العشاء الى ثلث الليل''(۲)

(اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ امت دشواری میں پڑ جائے گی تو ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم کرتا، اور عشاء کی نماز کو رات کے تہائی حصہ تک مؤخر کرتا)

نمازوں کے اوقات بھی ایسے تجویز ہوئے جو انسانی ضروریات کے لحاظ سے بہت مناسب ہیں، اور ان میں ان کی پوری رعایت موجود ہے، دن میں فجر کے بعد ظہر تک طویل وقت جو خاص کام کا ہوتا ہے رخصت کا دیا گیا تھا کہ آدمی کام میں حرج محسوس نہ کرے، اسی طرح عشا اور فجر کے درمیان کا طویل وقفہ ہے جو آرام کے لیے طے کیا گیا ہے اور اللہ نے اس کو آرام کے لیے بنایا ہے۔

نمازوں کی یہ ساری ترتیب انسانی مزاج و ضروریات کے عین مطابق ہے، یہ سب آپ ﷺ کی سراپا رحمت تعلیمات کا فیض ہے، جو اللہ ارحم الراحمین نے آپ ﷺ کے ذریعہ سے امت کو عطا فرمائی ہیں۔

زکوۃ

اسلام کا دوسرا رکن زکوۃ ہے، اس میں امیر و فقیر اور شاہ و گدا دونوں کا کس درجہ خیال رکھا گیا ہے، اور دونوں کے لیے ایسے ضوابط طے کئے گئے ہیں کہ ضرورت مند کی

(۱) مسلم: ۴۶۵ (۲) ترمذی: ۲۳

ضرورت بھی پوری ہو لیکن دینے والے پر بوجھ نہ پڑے، سال میں صرف ایک مرتبہ صرف ڈھائی فیصد اس مال میں سے زکاۃ فرض کی گئی ہے جو اس کی اصل ضرورت سے الگ ہو، نہ گھر پر زکاۃ ہے، نہ سواری پر، نہ کارخانے پر، نہ دوکان پر، زکاۃ اس مال پر ہے جو کارخانے میں تیار ہوتا ہے یا دوکان میں فروخت ہوتا ہے، یا جمع کر کے رکھا جاتا ہے، اس طرح سے یہ ایک عالمی سرکولیشن ہے، جو پورا اقتصادی نظام درست کرتا ہے اور دلوں میں انسانی ہمدردی اور رحمت کے جذبات ابھارتا ہے، اور خیر پر آمادہ کرتا ہے۔

آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ زکاۃ وصول کرنے والے کو چاہیے کہ وہ جب جانور کی زکاۃ وصول کرے تو اچھے اچھے جانور نہ چھانٹ لے، بلکہ اعتدال سے کام لے، اور آپ ﷺ نے اس کی بھی تلقین فرمائی کہ زکاۃ جہاں سے لی جائے وہیں کے فقراء اور ضرورت مندوں میں تقسیم کی جائے، (۱) یہی اس کی بہتر صورت ہے، اور آپ ﷺ کی یہ تعلیم انتہائی رحمت کا مظہر ہے کہ اگر زکاۃ وصدقات اپنے ہی قریبی اعزہ کو دی جائے جن کی کفالت و پرورش اس کے ذمہ نہیں تو اس میں دوہرا اجر ہے، ایک صدقہ کا اور دوسرے صلہ رحمی کا۔(۲)

احادیث میں آپ ﷺ نے صدقات و خیرات کی بڑی فضیلت بیان فرمائی لیکن اس کے ساتھ یہ بھی فرمادیا کہ اپنے گھربار کا بھی خیال رکھو، ایک مرتبہ ایک صحابی نے چاہا کہ اپنا سب مال صدقہ کردیں تو آپ ﷺ نے منظور نہ فرمایا اور صرف تہائی مال صدقہ کرنے کی اجازت دی اور فرمایا کہ:

"انك ان تذر ورثتك أغنياء خير من أن تذرهم عالة يتكففون الناس"(۳)

(تم اپنے عیال کی ضرورت پوری کر کے جاؤ یہ اس سے بہتر ہے کہ تم

---

(۱) أبوداود:۱۵۸۴ (۲) بخاری:۱۴۶۶ (۳) بخاری:۱۲۹۵

ان کو محتاج چھوڑ کر جاؤ اور وہ در در ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہوں، اور دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں)

صدقات وخیرات کے بارے میں یہ بھی حکم دیا گیا کہ خیرات کرنے والا صدقہ و خیرات کو محض اللہ کا فضل سمجھے وہ اس کو کسی پر احسان خیال نہ کرے، اور اگر کوئی احسان جتلاتا ہے تو وہ اپنا سب عمل بیکار کر رہا ہے، حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ احسان جتلانے والے کی طرف قیامت میں نگاہ بھی نہ فرمائیں گے،(۱) اور قرآن مجید میں فرمایا گیا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تُبْطِلُواْ صَدَقَاتِكُم بِالْمَنِّ وَالأذَى﴾

(البقرة: ٢٦٤)

(اے ایمان والو! احسان جتلا کر اور تکلیف پہنچا کر اپنی خیرات کو برباد مت کرو)

زکاۃ وصدقات کے بارے میں یہ آنحضور ﷺ کی سراپا رحمت تعلیمات ہیں جن پر اگر عمل کرلیا جائے تو دنیا کا کوئی بھی فقیر فقیر نہ رہے، اور دنیا کا انتہائی ناہموار، غیر مستحکم معاشی نظام ایسا مضبوط، مستحکم اور ہموار ہوجائے جس کی دنیائے انسانیت کو ضرورت ہے۔

روزہ

روزہ جہنم سے ڈھال ہے، شیطان سے حفاظت کا ذریعہ ہے،(۲) اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے بندوں کے لیے رحمت بنایا ہے، آنحضور ﷺ اس کا بڑا اہتمام فرماتے اور نفل روزے کثرت سے رکھتے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کبھی کبھی صوم وصال رکھتے، نہ دن کو افطار کرتے نہ رات میں، صحابہ نے آپ ﷺ سے اس کی اجازت چاہی تو

---

(۱) ترمذی:۱۲۱۱ (۲) بخاری:۱۹۰۴

آپ ﷺ نے منع فرمایا، یہ آپ ﷺ کی رحمت تھی کہ خود آپ ﷺ روزہ پر روزہ رکھ رہے ہیں، لیکن دوسروں کو اس لیے منع فرما رہے ہیں کہ وہ اس کو برداشت نہ کرسکیں گے اور یہ ان کی تسلی کے لیے فرما رہے ہیں کہ میں تو اس لیے رکھتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔(۱)

سحر میں تاخیر اور افطار میں جلدی کرنے کو آپ ﷺ نے عبادت قرار دیا،(۲) عبودیت کا مظہر بنادیا کہ لوگ سحر میں جلدی کرنے اور افطار میں دیر کرنے کو بہتر سمجھ کر کہیں مشقت میں نہ پڑ جائیں، اور یہ یقیناً آپ ﷺ کی رحمت وشفقت کی انتہاء ہے کہ آپ ﷺ نے اس لیے تراویح کی پابندی نہیں فرمائی کہ کہیں یہ میری امت پر فرض ہوجائے۔

حج

حج اسلام کا انتہائی مہتم بالشان رکن ہے، جس میں بندہ اپنی بندگی کا بھرپور اظہار کرتا ہے، اور جس طرح نماز میں شاہ وگدا ایک صف میں کھڑے ہوجاتے ہیں اسی طرح حج میں سب امیر وغریب ایک لباس میں ملبوس نظر آتے ہیں، امیری وغریبی کا فرق مٹ جاتا ہے، سب اپنے مالک کے دربار میں ایک ہیں ؏

تیرے دربار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

بیت اللہ کی حاضری بندوں پر اللہ کی خاص رحمت ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کی تعمیر کی، حج کی ندا لگائی، اور حضور اقدس ﷺ نے دنیا کے لوگوں کو اس کی طرف متوجہ کیا، پھر کیا تھا:

﴿وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ﴾(الحج:۲۷) کا سماں

---

(۱) مسلم:۱۱۰۲ (۲) مسلم:۱۰۹۹

بندھ گیا۔(۱)

حجۃ الوداع کے موقع پر مختلف لوگ آتے تھے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مسائل دریافت کرتے تھے، اپنی غلطیاں بتاتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال شفقت ورحمت تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب کی دل جوئی فرماتے نہ کسی کو ڈانٹتے، نہ کسی کو جھڑکتے، البتہ مسئلہ کی وضاحت فرمادیتے کہ آئندہ ایسی غلطی نہ ہو۔

طواف میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود کے سامنے تشریف لاتے تو اشارہ سے استلام فرماتے آپ چاہتے تو کیا مشکل تھا آپ براہ راست بوسہ لیتے، لیکن قربان جائیے رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک ادا پر محض اس خیال سے کہ پھر لوگ اسی پر ٹوٹ پڑیں گے اور یہ چیز تکلیف کا ذریعہ بنے گی اس لیے آپ نے خود بوسہ نہیں لیا بلکہ استلام پر اکتفاء فرمایا تاکہ لوگ بوسہ لینے پر اصرار نہ کریں۔

فتح مکہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے اندر تشریف لے گئے تھے لیکن حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم محض اس لیے اس کے اندر تشریف نہیں لے گئے کہ لوگ اس کو حج کا ایک حصہ سمجھ لیں گے اور پھر دشواری میں پڑیں گے۔

خطبہ عرفات کی چند جھلکیاں

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر ادا امت کے لیے شفقت و رحمت سے تعبیر تھی، حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطبے دیئے وہ بھی کمال رحمت کا اعلیٰ نمونہ ہیں، علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ اپنے بلیغ اسلوب میں لکھتے ہیں:

”عرفہ میں حاجیوں کا قیام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہے،
اوران ہی نے اس مقام کو اس غرض خاص کے لیے وہاں متعین کیا

(۱) ترجمہ آیت: اور ایسی دبلی پتلی اونٹنیوں پر بھی آئیں گے جو ہر دور دراز راستوں سے چلی آئی ہوں گی۔

ہے، عرفات میں ایک مقام نمرہ ہے، وہاں آپ ﷺ نے ایک کمل کے خیمہ میں قیام فرمایا، دوپہر ڈھل گئی، تو ناقہ پر (جس کا نام قصوا تھا) سوار ہوکر میدان میں آئے اور ناقہ کے اوپر ہی سے خطبہ پڑھا۔

(آج پہلا دن تھا کہ اسلام اپنے جاہ وجلال کے ساتھ نمودار ہوا اور جاہلیت کے تمام بے ہودہ مراسم کو مٹادیا، اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا: "ألا كل شئ من أمر الجاهلية تحت قدمي موضوع" (۱)

(ہاں جاہلیت کے تمام دستور میرے دونوں پاؤں کے نیچے ہیں)

تکمیل انسانی کی منزل میں سب سے بڑا سنگ راہ امتیاز مراتب تھا، جو دنیا کی قوموں نے، تمام مذاہب نے، تمام ممالک نے، مختلف صورتوں میں قائم کر رکھا تھا، سلاطین سایۂ یزدانی تھے، جن کے آگے کسی کو چون و چرا کی مجال نہ تھی، ائمہ مذہب کے ساتھ کوئی شخص مسائل مذہبی میں گفتگو کا مجاز نہ تھا، شرفا رذیلوں سے ایک بالاتر مخلوق تھی، غلام آقا کے ہم سر نہیں ہوسکتے تھے، آج یہ تمام تفرقے، یہ تمام امتیازات، یہ تمام حد بندیاں دفعتاً ٹوٹ گئیں:

"يا أيها الناس! ألا ان ربكم واحد، وان أباكم واحد، ألا لا فضل لعربي على عجمي، ولا عجمي على عربي ولا أحمر على أسود ولا أسود على أحمر الا بالتقوى" (۲)

(لوگو! بے شک تمہارا رب ایک ہے، اور بے شک تمہارا باپ ایک ہے، ہاں عربی کو عجمی پر، عجمی کو عربی پر، سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقوی کے سبب سے)

---

(۱) صحیح مسلم: ۱۲۱۸ (۲) مسند احمد: ۲۳۴۸۹

"ان كل مسلم أخ المسلم وان المسلمين اخوة"(۱)

(''ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے'' اور مسلمان باہم بھائی بھائی ہیں)

"أرقاء كم أرقاء كم أطعموهم مما تلبسون"(۲)

(تمہارے غلام، تمہارے غلام!! جو خود کھاؤ وہی ان کو کھلاؤ، جو خود پہنو وہی ان کو پہناؤ)

عرب میں کسی خاندان کا کوئی شخص کسی کے ہاتھ سے قتل ہوتا، تو اس کا انتقام لینا خاندانی فرض ہو جاتا تھا، یہاں تک کہ سیکڑوں برس گزر جانے پر بھی یہ فرض باقی رہتا تھا، اور اسی بنا پر لڑائیوں کا ایک غیر منقطع سلسلہ قائم ہو جاتا تھا اور عرب کی زمین ہمیشہ خون سے رنگین رہتی تھی، آج یہ سب سے قدیم رسم، عرب کا سب سے مقدم فخر، خاندان کا پر فخر مشغلہ برباد کر دیا جاتا ہے (اور اس کے لیے نبوت کا منادی سب سے پہلے اپنا نمونہ آپ پیش کرتا ہے):

"ودماء الجاهلية موضوعة وان أول دم أضع من دماء نا دم ابن ربيعة ابن الحارث"(۳)

(جاہلیت کے تمام خون (یعنی انتقام خون) باطل کر دیئے گئے، اور سب سے پہلے میں (اپنے خاندان کا خون) ربیعہ بن الحارث کے بیٹے کا خون باطل کر دیتا ہوں)

تمام عرب میں سودی کاروبار کا ایک جال پھیلا ہوا تھا، جس سے غربا کا ریشہ ریشہ جکڑا ہوا تھا، اور ہمیشہ کے لیے وہ اپنے قرض خواہوں

---

(۱) مستدرک حاکم: ۳۱۸ (۲) ابن سعد قسم اول جز ثانی ص: ۱۳۳ (۳) أبوداؤد: ۱۹۰۵

کے غلام بن گئے تھے، آج وہ دن ہے کہ اس جال کا تار تار الگ ہوتا ہے، اس فرض کی تکمیل کے لیے بھی معلم حق سب سے پہلے اپنے خاندان کو پیش کرتا ہے:

"وربا الجاهلية موضوع وأول ربا أضع ربانا ربا عباس بن عبد المطلب"(۱)

(جاہلیت کے تمام سود بھی باطل کر دیئے گئے اور سب سے پہلے اپنے خاندان کا سود عباس بن عبدالمطلب کا سود باطل کرتا ہوں)

آج تک عورتیں ایک جائداد منقولہ تھیں، جو قمار بازی میں دانوں پر چڑھا دی جاسکتی تھیں، آج پہلا دن ہے کہ یہ گروہ مظلوم، یہ صنف لطیف، یہ جوہر نازک قدر دانی کا تاج پہنتا ہے:

"فاتقوا الله فی النساء"(۲)

(عورتوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو)

"ان لکم علی نساء کم حقا ولهن علیکم حقا"(۳)

عرب میں جان و مال کی کچھ قیمت نہ تھی، جو شخص چاہتا تھا قتل کر دیتا تھا، اور جس کا مال چاہتا تھا چھین لیتا تھا، (آج امن و سلامتی کا بادشاہ تمام دنیا کو صلح کا پیغام سناتا ہے):

"ان دماء کم و أموالكم عليكم حرام كحرمة يو كم هذا فی شهر كم هذا فی بلد كم هذا الی يوم تلقون ربكم" (٤)

(تمہارا خون اور تمہارا مال تا قیامت اسی طرح حرام ہے جس طرح یہ

---

(۱) مسلم:۳۰۰۹ (۲) مسلم:۳۰۰۹

(۳) طبری، ج:۴/ ۱۷۵ (۴) بخاری:۱۷۴۱

دن اس مہینہ میں اور اس شہر میں حرام ہے)"۔(۱)

جتنے بھی احکامات آپ ﷺ نے امت کو دیئے ان سب میں اس کا خیال رکھا گیا ہے کہ امت مشقت میں نہ پڑ جائے، لیکن اسی کے ساتھ امت کے لیے فکر و تڑپ اور اس کی نجات کے لیے مسلسل دعا و مناجات آپ ﷺ کی امت پر انتہائی رحمت و شفقت کا مظہر ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ (التوبة: ۱۲۸)

(یقیناً تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول آچکے، تمہاری تکلیف جن کو بہت شاق گزرتی ہے تمہاری (بھلائی) کے بہت خواہش مند ہیں ایمان والوں کے لیے تو بڑے شفیق بہت مہربان ہیں)

معاملات

اسلام کا نظام معاملات و معیشت بھی آنحضور ﷺ کی سراپا رحمت ذات کا عطا فرمودہ ہے، اصول قرآنی کی روشنی میں بحکم الٰہی آپ ﷺ نے اس کے نوک پلک کو ایسا درست فرمایا ہے کہ بجائے خود یہ نظام عالم انسانیت کے لیے رحمت کا خزانہ ہے، اس نظام میں کمزوروں کو ان کے حقوق دلائے گئے ہیں، طاقتور کو اس کی ذمہ داری کی طرف متوجہ کیا گیا ہے، سود، غصب، چوری، رشوت، جوا، اور اس جیسی وہ تمام چیزیں حرام قرار دی گئیں ہیں جو انسانیت کے لیے ناسور ہیں، اور جن میں اسلام کے نظام عدل و مساوات پر ضرب پڑتی ہے، اور کمزوروں کو دبایا جاتا ہے، ان کے حقوق مارے جاتے ہیں، اور جس کے نتیجہ میں انسانی زندگی میں ایسی ناہمواریاں پیدا ہو جاتی ہیں کہ ان کو برابر کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

---

(۱) ماخوذ از: سیرۃ النبی، ج:۲/۱۱۹-۱۲۲

دنیا کے اقتصادی نظام میں سود ایک کینسر کی طرح ہے، جس کے نتیجہ میں نہ جانے کتنے انسان خودکشی پر مجبور ہوتے ہیں، ایک دولت مند اپنی دولت کے ذریعہ سے کمزوروں اور غریبوں کو چوستا ہے اور ان کو کنگال کر کے چھوڑتا ہے، افراد بھی اس کا شکار ہوتے ہیں اور ملکوں کو بھی اس شکنجے میں جکڑا جاتا ہے، اسلام کا نظام رحمت وانصاف جو نبی رحمت ﷺ کے ذریعہ سے دیا گیا وہ اس کو کہاں برداشت کرسکتا تھا، یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اقتصادی نظام میں سب سے بڑھ کر جو ضرب لگائی ہے وہ سود پر لگائی ہے، اور ارشاد ہوتا ہے کہ:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ☆ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾ (البقرة: ۲۷۸-۲۷۹)

(اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم ایمان رکھتے ہو، اور اگر تم ایسا نہیں کرتے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کے لیے خبردار ہو جاؤ)

انسانی ہمدردی اور مہربانی کی بنا پر قرض دینے کی فضیلت بیان کی گئی ہے، اور اس پر معاوضہ کو حرام قرار دیا گیا ہے تاکہ دلوں میں رحمت والفت کے جذبات پروان چڑھیں اور انسان ہمیشہ تجارتی دماغ سے ہی نہ سوچتا رہے بلکہ اس کے اندر انسانیت اور ایثار وغم گساری کی صفات رنگ لائیں اور سماج حیوانی سماج نہ ہو بلکہ وہ انسانی سماج کا نمونہ بن سکے۔

رحمت ومودت کے جذبات کو باقی رکھنے کے لیے اسلام نے ایسے اصول بھی طے کر دیئے ہیں کہ اس کے بعد باہمی نزاع وجدال اور انتشار کے خطرات کم سے کم ہو جاتے ہیں، اور آپس کی محبتیں قائم رہتی ہیں، ایک جگہ ارشاد ہوا:

"الخراج بالضمان"(۱)

(جو ضمانت لیتا ہے فائدہ بھی اسی کا ہوتا ہے)

یہ ایک نہایت اہم اصول ہے، معاملات اور آپسی کاروبار کا، اس اصول کے نتیجہ میں بہت سی چھوٹی چھوٹی باتیں صاف ہوجاتی ہیں، اور پھر جھگڑوں سے نجات مل جاتی ہے، اسی سے ملتا جلتا اصول یہ بھی ہے:

"الغنم بالغرم"(۲)

(جو محنت کرے گا نفع اس کا ہوگا)

قرآن مجید میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب معاملہ کیا جائے، لین دین ہو تو اس کو ضبط تحریر میں لے آیا جائے اور گواہ بھی بنالیے جائیں تاکہ بعد میں اگر بھول چوک ہو یا کوئی فریق ظلم و زیادتی پر آمادہ ہوجائے تو فیصلہ آسان ہو اور دلوں کے ٹوٹنے اور درمیان میں خلیج کے حائل ہونے کا خطرہ نہ رہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے دے دو، آپ ﷺ نے فرمایا:

"من غشنا فلیس منا"(۳)

(جو ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے)

اسی طرح آپ ﷺ نے بیع پر بیع کرنے سے اور آپس میں دلالی کرنے سے جس میں خریدار کو دھوکہ میں رکھا جائے منع فرمایا، یہ بھی فرمایا کہ نکاح کا پیغام دیا جاچکا ہو اور بات طے ہو رہی ہو تو اس پر کوئی دوسرا پیغام نہ دے تاکہ جھگڑے نہ پیدا ہوں، اسی طرح آپ ﷺ نے معاملات میں سچائی، امانت داری اور معاہدہ کی پابندی کی تاکید فرمائی اور اس کے برخلاف جھوٹ، خیانت اور بدعہدی کو منافقانہ

---

(۱) ابوداود: ۳۵۱۰ (۲) المبسوط للسرخسی: ۱/۱٤٤

(۳) صحیح مسلم: ۱۰۱

صفات قرار دیا۔

یہ دنیا کا اصول رہا ہے کہ جب ہر ہر فرد اپنی اپنی ذمہ داری کو پورا کرتا ہے تو اسی سے تعلقات استوار رہتے ہیں، ورنہ دلوں میں رنجشیں پیدا ہو جاتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ آنحضور ﷺ نے اس کی بڑی تاکید فرمائی، ایک طرف کام کرنے والے کو حکم ہے کہ وہ کوئی کوتاہی نہ کرے لیکن دوسری طرف کام لینے والے کو حکم دیا گیا ہے کہ اس کا خیال رکھے کہ وہ اپنے ہی ایک بھائی سے کام لے رہا ہے، اس میں وہ تجاوز نہ کرے، ورنہ ظالموں میں شمار کیا جائے گا، ظاہر ہے کہ آپس کے تعلقات اسی وقت خوشگوار رہ سکتے ہیں جب دونوں طرف کے لوگ اعتدال و توازن سے کام لیں اور اپنی طرف سے کوتاہی یا زیادتی نہ کریں۔

معاشرت

رحمت عالم ﷺ نے جس معاشرتی زندگی کی تلقین فرمائی ہے اور اس کے اصول وضوابط طے فرمائے، وہ رحمت انسانی کا ایک بہترین نمونہ ہے، گھریلو زندگی، نکاح، طلاق، خلع، بچوں کی تربیت، محلّہ والوں کے ساتھ برتاؤ، یہ سب چیزیں اس میں شامل ہیں، آنحضور ﷺ نے جابجا افراد اور معاشرہ کو ایسی ہدایات ارشاد فرمائی ہیں جن سے حضور ﷺ کی رحمۃ للعالمینی کا اظہار ہوتا ہے۔

ایک طرف اولاد کو حکم ہے کہ وہ ماں باپ کے ساتھ بہتر سے بہتر سلوک کرے، احترام و تعظیم میں کوئی کسر نہ چھوڑے، ان کی ہر جائز بات مانے، ان کی کسی بات پر اف تک نہ کہے اور ہمیشہ محبت و ملاطفت کا برتاؤ کرے، اسی طرح ماں باپ کو بھی تلقین کی گئی ہے کہ وہ اولاد کی بہتر سے بہتر تربیت کریں تا کہ وہ آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا چین ثابت ہوں، عالم انسانیت کے لیے نمونہ بن سکیں، اخلاق و رحمت کا پیکر ہوں۔

ایک طرف بیوی کو حکم ہے کہ وہ شوہر کی تابعداری کرے اس کی خدمت اور

راحت و آرام میں کسی قسم کی کمی نہ کرے، اس کے گھر کی حفاظت کرے اور اس کے پیچھے کوئی کام اس کی ناپسندیدگی کا نہ کرے تو دوسری طرف مرد کو حکم ہوا کہ بیوی کا خیال رکھے، ہمیشہ عیب چینی میں لگا نہ رہے، اس کی کمیوں کو برداشت کرے اور اس کی ضرورتیں پوری کرے۔

ایک پڑوسی دوسرے پڑوسی کے ساتھ کیا برتاؤ کرے یہاں تک کہ اگر کسی کا تھوڑی دیر کا بھی کہیں ساتھ ہو گیا تو اس کے ساتھ کیسا سلوک کرے، نوکر اور ملازم کے ساتھ کیا برتاؤ کرے یہ سب تفصیلات نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کا اہم حصہ ہیں۔

نکاح ایک انسانی ضرورت ہے، نبی رحمت ﷺ نے اس کو

"النکاح من سنتی"(۱) (نکاح میری سنت ہے)

کہہ کر عبادت بنا دیا، بیوی کو کھلانا پلانا انسانی ضرورت ہے آپ ﷺ نے اس کو اسلامی تعلیمات کا ایک حصہ قرار دے کر صدقہ فرمایا اور انتہاء یہ ہے کہ شوہر بیوی کے تعلقات کو جو خالص اپنی ضرورت کی تکمیل کے لیے ہوتے ہیں، ان کو بھی آپ ﷺ نے یہ کہہ کر صدقہ فرمایا کہ اگر یہ تعلقات غلط طریقہ پر بغیر نکاح کے قائم کئے جاتے تو گناہ ہوتا۔

نکاح میں کسی پر ایسا بوجھ نہیں رکھا گیا کہ مصیبت بن جائے، نہ مرد پر، نہ عورت پر، البتہ ولیمہ کو مسنون قرار دیا گیا جو خوشی کے اظہار کا ایک ذریعہ ہے۔

طلاق کی اجازت بھی ضرورت شدیدہ کی حد تک دی گئی مگر اس علاحدگی کو بہت ہی ناپسندیدہ قرار دیا گیا، اور عورتوں کے مخصوص ایام میں اس سے روکا گیا اور حکم دیا گیا کہ تین طلاقیں ایک ساتھ نہ دی جائیں تاکہ جوڑ کی صورتیں باقی رہیں۔

---

(۱)صحیح البخاری:۵۰٦۳

نظام حدود وتعزیرات

اسلام کا یہ نظام رحمت عالمی نظام کو استوار کرنے اور اس کو صحیح رخ پر لانے کے لیے ہے، انسانوں کے اندر انسانیت پیدا کرنے اور ان کے اندر انسانی شرافت و رحمت کے جذبات ابھارنے اور ان کو باقی رکھنے کے لیے ایک ایسا ربانی نظام ہے کہ اگر اس پر اس کے صحیح اصولوں کے ساتھ عمل کیا جائے تو دنیا گہوارۂ جنت بن جائے، ظلم وستم کی گرم بازاری سرد پڑ جائے اور ہر ایک دوسرے کے لیے سراپا رحمت بن جائے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ان حدود کو بیان فرمادیا، اور نبی رحمت ﷺ نے اس کی تفصیلات بیان فرمائیں، اور نظام تعزیرات واضح فرمایا، ظاہری طور پر یہ ایک تکلیف دہ عمل نظر آتا ہے، لیکن ہزار رحمتوں کا باعث ہے۔

یہ اصول سمجھ لینا ضروری ہے کہ اسلام میں نہ سنگسار کرنا مقصود ہے، نہ ہاتھ کاٹنا، نہ قتل کرنا اور نہ کوڑے لگانا، بلکہ اصل مقصد یہ ہے کہ پورا سماج ان بے حیائیوں اور ظلم و ستم کی ان تمام شکلوں سے پاک ہو جائے۔ جو انسانی سماج کے لیے ایک ناسور کی حیثیت رکھنے والی چیزیں ہیں، اللہ فرماتا ہے:

﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (البقرة: ١٧٩)

(اور قصاص میں تمہارے لیے زندگی ہے اے ہوش والو! تاکہ تم احتیاط کرنے لگو)

اور یہی حال تمام حدود وتعزیرات کا ہے، اس کو اس وقت سمجھنا اور زیادہ آسان ہو جاتا ہے جب ان حدود کے لیے جو شروط وضوابط طے کئے گئے ہیں ان کا جائزہ لیا جائے اور اس کی تفصیلات میں جانے کی کوشش کی جائے۔

غور کرنے کی بات ہے کہ سب سے زیادہ سخت سزا زنا کی ہے، لیکن سب سے زیادہ

شرطیں بھی اسی کے لیے لگائی گئی ہیں، ان کو دیکھ کر لگتا ہے اسلام اصلاً حد جاری کرنا نہیں چاہتا البتہ اس کا ایک ہوا کھڑا کرنا چاہتا ہے، ایک مزاج بنانا چاہتا ہے تا کہ اس کے نتیجہ میں لوگ اس گھناؤنے کام کے قریب نہ ہوں، اور عورتوں کی عزت وعصمت کی حفاظت سماج کے لیے مسئلہ نہ بن سکے، موجودہ حالات میں اس کا سمجھنا زیادہ مشکل نہیں رہا، جب کہ روز حادثات پیش آتے ہیں اور عورتوں کی عزت پر حملے ہوتے ہیں، اور اس سلسلہ میں حکومتیں خاموش تماشائی بنی رہتی ہیں، اور ان کو کچھ سمجھ میں بھی نہیں آتا، سنگسار کی سزا ایسی ہے کہ وہ دی جاسکے یا نہ دی جاسکے لیکن اس کا تصور ہی رونگٹے کھڑے کر دینے کے لیے کافی ہے، پھر اس کے بعد وہی اس کی جرأت کر سکتا ہے جس کا دل مسخ ہو گیا ہو اور اس کا دماغ جانوروں کا بن گیا ہو، اور اس کو ذرا بھی برے انجام کا خیال نہ رہ گیا ہو۔

زنا کے لیے شرط یہ ہے کہ دیکھنے والے چار گواہ ہوں، اور وہ چاروں ایسے ہوں کہ ان کے سامنے پوری وضاحت ہو جس کو وہ صاف صاف بتا سکیں، ظاہر ہے یہ آسان نہیں ایسی گواہی تو اسی شخص کے بارے میں دی جاسکتی ہے جو انتہائی درجہ بے حمیت اور گندگی کا پوٹ بن چکا ہو، اور اس نے سارے انسانی حدود پار کر لیے ہوں، لیکن ایسا آدمی انسانی آبادی کے لیے ایک ایسا ناسور ہے کہ اگر اس کا علاج نہ کیا گیا تو پورا سماج اس کا شکار ہو سکتا ہے۔

یہی حال چوری میں ہاتھ کاٹنے کی حد کا ہے، اس میں بھی ایسی شرطیں ہیں کہ ہاتھ اسی وقت کٹے گا جب کوئی اس بری عادت پر تل جائے، اور وہ پورے سماج کے لیے ناسور بن جائے، ورنہ اگر کوئی کھلے عام اپنا مال ڈال دے اور کوئی چرا لے تو خواہ وہ کتنا ہی زیادہ ہو اس میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اس لیے کہ اس میں غلطی اپنے مال کو کھلے عام ڈال دینے والے کی بھی ہے۔

یہی حال تمام حدود و تعزیرات کا ہے کہ وہ اصلاً مزاج بنانے کے لیے ہیں تا کہ

دنیا میں امن ورحمت کی ہوائیں چلیں، اور ہر شخص سکون واطمینان کے ساتھ رہ سکے۔

اسلامی جہاد

جہاد انتہائی کوشش کا نام ہے، اور اسلام میں جہاد ہر اس کوشش کو کہتے ہیں جو دنیا کی اصلاح کے لیے حقیقی امن عالم قائم کرنے کے لیے کی جائے، یہاں تک کہ جو کوشش اپنی اصلاح کے لیے کی جائے اس کو بھی جہاد کہا گیا ہے، ظاہر ہے یہ کوشش جتنے جذبہ کے ساتھ کی جائے گی اور اس میں جتنی قربانی دی جائے گی اتنا ہی یہ کام بلند مرتبہ ہوگا، اسی لیے قتال اس کی اعلیٰ ترین شکل ہے جس میں آدمی اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں کرتا اور اپنی جان وتن کے ساتھ اللہ کے لیے حاضر ہو جاتا ہے اور اس کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ دنیا میں بھلائیاں پھیلیں اور ظلم وستم کا راج ختم ہو، عدل وانصاف اور رحمت و انسانیت کی فضا قائم ہو اور یہ چیز اللہ کی رضا کا ذریعہ بنے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے اس کی بڑی فضیلت اسی لیے بیان فرمائی کہ یہ بڑی قربانی ہے اور اس کی تمنا فرمائی کہ

"لوددت أنی أقتل فی سبیل اللّٰه ثم أحیا، ثم أقتل ثم أحیا، ثم أقتل ثم أحیا، ثم أقتل"(۱)

(میری خواہش ہے کہ اللہ کے راستہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں)

چونکہ یہ انتہائی قربانی ہے اس لیے اس کی فضیلتیں بے شمار ہیں، لیکن رحمت عالم ﷺ نے جابجا اپنے مبارک قول وعمل سے اس کی تفصیلات بھی ارشاد فرمائی ہیں

---

(۱) صحیح البخاری: ۲۷۹۷

جس سے اصولی طور پر یہ بات طے ہو جاتی ہے کہ قتال کی صورت وہیں اختیار کی جائے گی جب اس کے سوا کوئی راستہ نہ رہ جائے، نظام عالم کو بہتر بنانے کے لیے اور نظام رحمت قائم کرنے کے لیے جو بھی رکاوٹ بنے اس رکاوٹ کو ہٹایا جائے، اس کی مثال آپریشن کی ہے جب جسم میں کوئی حصہ ایسا بگڑ جاتا ہے کہ علاج کی کوئی شکل باقی نہیں رہ جاتی تو اس کو نکالنا پڑتا ہے، ورنہ پورے جسم پر اس کا اثر پڑتا ہے اور موت کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے، اسی طرح دنیا میں جو فسادی ذہن رکھنے والے لوگ ہیں وہ پوری دنیا کے لیے ناسور ہیں، حتی الامکان ان کی اصلاح کی کوشش کی جائے ورنہ ان کو راستہ سے ہٹا دینا ہی صلاح عالم کے لیے ضروری ہے۔

قتال و جہاد کے لیے آنحضور ﷺ نے اصول وضوابط بھی متعین فرما دیئے ہیں، پہلا مرحلہ دعوت کا ہے کہ لوگ اسی راستہ پر آجائیں جو راستہ صلاح وفلاح کا ہے، اگر وہ اس پر راضی نہ ہوں تو دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ وہ اس راستہ میں رکاوٹ نہ بنیں، نظام کو بہتر ہونے میں مدد نہ کریں تو اس میں روڑے بھی نہ اٹکائیں، اگر لوگ اس پر بھی راضی نہیں ہوتے اور رکاوٹ بنتے ہیں، لوگوں کو صحیح اور سچے راستہ پر آنے کے لیے روکتے ہیں، وہ راستہ جو رحمت عالم ﷺ نے دنیا کو دیا اور اس سے دنیا میں انصاف و رحمت کی ہوائیں چلنے لگیں، تو یقیناً اس میں رکاوٹ بننے والوں سے ضروری ہے کہ جہاد کیا جائے، لیکن اس کا خیال رہے کہ مقابل میں بڑی طاقت نہ ہو، اور مقابلہ کی صلاحیت ہو، آپس میں اتحاد ہو، امیر کی امارت ہو پھر جہاد کرنا ہوگا، اور پھر اس میں بھی آپ ﷺ نے وضاحت فرمائی ہے کہ بچوں اور عورتوں پر ہاتھ نہ اٹھایا جائے، خاص مذہبی لوگ جو تعرض نہیں کرتے ان کو نہ مارا جائے، باغات اور کھیتیاں نہ جلائی جائیں، ہاتھ یا بدن نہ کاٹے جائیں، صورت نہ بگاڑی جائے اور ایسا کوئی کام نہ کیا جائے جو انسانیت اور اسلام کے نظام انصاف کے منافی ہو۔

ہر شعبہ زندگی میں آپ ﷺ کی تعلیمات رحمت اور نرمی سے بھری ہوئی ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نرمی پر وہ دیتا ہے جو سختی پر نہیں دیتا" (۱) اور فرمایا: "مجھے سختی پیدا کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا، مجھے تو معلم اور آسانی پیدا کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہے"۔ (۲)

امت کے لیے آپ ﷺ کی محبت و رحمت ایک محبت رکھنے والی ماں سے زیادہ نظر آتی ہے، جس کو ہمیشہ اپنے بچہ کے نقصان کا ڈر پریشان رکھتا ہے، آپ کی مبارک تعلیمات اسی محبت اور انتہائی مہربانی کا نتیجہ ہیں، آپ فرماتے ہیں "جو کسی پر تلوار سونت لے اس کو ہم سے کوئی تعلق نہیں"، (۳) فرمایا کہ "تم میں سے کوئی کسی پر اسلحہ سے اشارہ نہ کرے" (۴) اور "اگر کوئی کسی پر لوہے سے اشارہ کرتا ہے تو فرشتے اس وقت تک اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں، جب تک وہ اس کو رکھ نہ دے"، (۵) فرمایا: "اگر کوئی مسجد یا بازار جاتا ہے تو اسے چاہیے کہ اگر کوئی دھاردار چیز ہو تو اس کو تھام کر رکھے کہ کہیں کسی کو اس سے نقصان نہ پہنچ جائے"، (۶) آپ نے اسی لیے کھلی ہوئی چھت پر سونے سے بھی منع فرمایا اور حکم دیا کہ سوتے وقت چراغ بجھا دیئے جائیں کہ کہیں کوئی چوہا غیرہ اس کو گھسیٹ لے اور اس کے گرنے سے آگ لگ جائے، (۷) ایسی متعدد تعلیمات ہیں جو آپ کی سراپا رحمت ذات نے ارشاد فرمائی ہیں تاکہ لوگ ہر طرح کی تکلیف سے محفوظ رہیں۔

سراپا رحمت تعلیمات

رحمۃ للعالمین ﷺ کی ذات سراپا رحمت، آپ کی تعلیمات سراپا رحمت، آپ کا اسوہ اسوۂ رحمت اور آپ کے ارشادات عالم انسانیت ہی کے لیے نہیں، ساری

---

(۱) شعب الایمان: ۸۴۱۴ (۲) مسلم: ۳۷۶۳ (۳) مسند احمد: ۱۶۵۰۰

(۴) ابن ماجہ: ۲۲۲۵ (۵) بخاری: ۶۶۶۱ (۶) بخاری: ۶۶۶۴ (۷) بیہقی: ۴۸۳

کائنات کے لیے رحمت ہی رحمت ہیں، جو اس سایہ رحمت میں آجائے وہ عالم کے لیے رحمت بن جائیں، جو بھوکا رہ کر دوسروں کو کھلانا، زخم کھا کر دوسروں کے زخموں پر مرہم رکھنا، پیٹ پر پتھر باندھ کر ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنا اس کا شیوہ بن جائے، یہ آپ ﷺ کا اسوۂ رحمت ہی تھا کہ ایک صحابی مہمان رسول ﷺ کو گھر لے جاتے ہیں، خود بیوی بچے بھوکے سوتے ہیں اور مہمان کا پیٹ بھرتے ہیں، ایسے ہی لوگوں کے لیے یہ آیت شریفہ نازل ہوئی:

﴿وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾(الحشر: ۹)

(اور وہ (دوسروں کو) اپنی جانوں پر مقدم رکھتے ہیں خواہ خود تنگدستی کا شکار ہوں)

آنحضور ﷺ رحمت عامہ کی تلقین امت کو فرماتے ہیں، ارشاد ہوتا ہے

"الراحمون يرحمهم الرحمان، ارحموا من فی الأرض يرحمكم من فی السماء"(۱)

(رحم کرنے والوں پر سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا رحم فرماتا ہے، تم اہل زمین پر مہربانی کرو آسمان والا تم پر مہربان ہوگا)

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ "جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں فرماتا"، وہ ارحم الراحمین، اس کا نبی رحمۃ للعالمین اور اس نبی کی امت 'امت رحمت' ہے، جس کو مہربانی کرنے کی تلقین کی جا رہی ہے، ہر ایک کے ساتھ مہربانی کی تلقین ہے، وہ دوست ہو یا دشمن ہو، البتہ مہربانی کے انداز بدل جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"انصر أخاك ظالما أو مظلوما"(۲)

---

(۱) ابوداؤد: ۴۹۴۱ (۲) ترمذی: ۲۲۵۵

(اپنے بھائی کی مدد کرو ظالم ہو یا مظلوم)

صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! مظلوم کی مدد تو سمجھ میں آتی ہے، ظالم کی مدد کیسے کی جائے؟ فرمایا: اس کو ظلم سے روک دو یہی اس کی مدد ہے، البتہ ظلم سے روکنا بھی محبت کے ساتھ ہو، ہمدردی کے جذبات امنڈ رہے ہوں، سامنے والا سمجھ لے کہ یہ روکنے والا سراپا خیر خواہ ہے، اس کے اندر کی محبت و رحمت بول رہی ہے، اسی لیے آپ نے فرمایا کہ "کسی سے ملو تو خندہ پیشانی سے ملو یہ صدقہ ہے"،(۱) کسی کا دل خوش کر دینا بھی مظہر رحمت ہے، فرمایا کہ "بھلی بات کہہ دینا بھی صدقہ ہے"۔(۲)

گھر والوں کے لیے

یہ رحمت ہر ایک کے لیے ہے، بعض طبائع ایسے ہوتے ہیں کہ دوسروں کے ساتھ بڑے مہربان لیکن گھر والوں کے ساتھ نہایت سخت، بات بات پر برہم ہو جانے والے، ارشاد ہوا کہ

"خیرکم خیرکم لأهله وأنا خیرکم لأهلي"(۳)

(تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ سب سے بہتر ہو، اور میں اپنے گھر والوں کے لیے سب سے بہتر ہوں)

یہ کمال رحمت ہی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر والوں پر جو بھی خرچ ہو اس کو ثواب کی چیز بتایا، اور یہاں تک ارشاد فرمایا کہ وہ دینار جو اللہ کے راستہ میں خرچ کیا جائے اور وہ دینار جو کسی غلام کو آزاد کرنے میں خرچ ہو اور وہ دینار جو کسی مسکین کو دیا جائے ان میں اجر کے لحاظ سے سب سے بڑھ کر وہ دینار ہے جو گھر والوں پر خرچ کیا جائے۔(۴) اور ایک جگہ فرمایا کہ تم جو بھی اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرتے ہو اس پر تمہیں اجر ملتا ہے،

---

(۱) ترمذی: ۱۹۷۰ (۲) بخاری: ۲۹۸۹
(۳) ترمذی: ۳۸۹۵ (۴) مسلم: ۹۹۵

یہاں تک کہ تم جو لقمہ بیوی کے منہ میں رکھو گے اس کا بھی تمہیں اجر ملے گا۔(۱) اور ایک جگہ ارشاد ہوا کہ کسی بھی آدمی کے گنہگار ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ جن کی روزی روٹی اس کے ذمہ ہے وہ ان کی پرواہ نہ کرے اور ضائع کرے۔(۲) آپ ﷺ نے عشاء کے بعد بے ضرورت ادھر ادھر کی باتیں کرنے سے منع فرمایا لیکن بیوی کے ساتھ دل لگی کی باتیں کرنے کو باعث اجر قرار دیا اگر یہ کام اللہ کی رضا کے لیے ہو، یہ وہ تعلیمات رحمت ہیں جن میں انسانی نفسیات اور ضروریات کا وہ خیال رکھا گیا ہے کہ اس کا عشر عشیر بھی کوئی مذہب پیش کرنے سے قاصر ہے۔

بچوں کے لیے

بچوں کے ساتھ خصوصی شفقت ورحمت کی تاکید فرمائی ارشاد ہوا:

"لیس منامن لم یرحم صغیرنا و یوقر کبیرنا"(۳)

(جو چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور بڑوں کی عزت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں)

خود آپ ﷺ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما سے کیسی محبت فرماتے، شفقت فرماتے ان کو گود میں بٹھاتے، ان کو چومتے اور دعا دیتے، ایک مرتبہ ایک صاحب نے فرمایا کہ میرے تو دس بیٹے ہیں میں کسی کو بوسہ نہیں لیتا، آپ ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ کسی کے دل سے رحمت کو چھین لے تو میں کیا کر سکتا ہوں"۔(۴)

یہ انتہائی رحمت ہے کہ نماز جیسا مہتم بالشان عمل اسلام کا سب سے پہلا فریضہ ہے جس کے بارے میں قیامت میں سے سب سے پہلا سوال ہونے والا ہے، آپ ﷺ فرماتے ہیں:

---

(۱) متفق علیہ (۲) ابوداؤد: ۱۶۹۲

(۳) ترمذی: ۱۹۱۹ (۴) ترمذی: ۱۹۱۱

"اذا أم أحدكم الناس فليخفف فان فيهم الصغير والكبير والضعيف والمريض"(۱)

(تم میں جو بھی نماز پڑھائے اسے چاہیے کہ وہ نماز ہلکی پڑھائے، اس لیے کہ تم میں بچے بھی ہیں، بڑے بھی ہیں، اور کمزور بھی ہیں، مریض بھی ہیں)

ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ میں نماز پڑھاتا ہوں درمیان میں بچے کے رونے کی آواز سن لیتا ہوں تو اس خیال سے نماز مختصر کر دیتا ہوں کہ ماں کو تکلیف ہوگی، یہ اسی سراپا رحمت ﷺ کی تعلیمات وہدایات ہیں جس نے یہ بات بھی فرمائی:

"قرة عيني في الصلاة"(۲)

(نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے)

جس نے حضرت بلال سے فرمایا:

"يا بلال! أقم الصلاة أرحنا بها"(۳)

(اے بلال! نماز قائم کرو اور میری راحت کا انتظام کرو)

عید کا دن ہے آپ گھر میں تشریف فرما ہیں، چھوٹی چھوٹی بچیاں دف بجا بجا کر گا رہی ہیں، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ کے احترام میں روکنا چاہتے ہیں، آپ فرماتے ہیں کہ چھوڑ دو خوشی کا دن ہے۔(۴)

خواتین کے لیے

خواتین کے سلسلہ میں آپ کی تعلیمات وہ ہیں جنہوں نے اس صنف نازک کو عزت کے بام عروج تک پہنچایا، وہ عورت جو بعثت نبوی سے پہلے ایک جانور کا درجہ

---

(۱) ترمذی: ۲۳۶ (۲) سنن النسائی: ۳۳۹۱

(۳) سنن أبی داؤد: ٤٩٨٥ (۴) نسائی: ۱۵۹۸

رکھتی تھی اور بر سر عام اس کا سودا کیا جاتا تھا، اس دنیا کے مختلف مذاہب اور تہذیبوں کا اگر مطالعہ کیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ اس کی حیثیت انسان سے گری ہوئی سمجھی جاتی تھی، آپ ﷺ نے اس کو آزادی عطا کی۔

جاہلیت میں عورت تھی ایک جانور
ٹھوکریں کھاتی پھرتی وہ در بدر
راہ و منزل سے اپنی تھی وہ بے خبر
کوئی اس کا نہ تھا شام تھی بے سحر
عورتوں کو دیا حریت کا مقام
اس پر لاکھوں درود اس پر لاکھوں سلام

لیکن اس حریت کے ساتھ اس کو عزت کا غازہ بھی بخشا اس کے اندر نزاکت بھی رکھی۔

عورت کو حیاء کی چادر دی غیرت کا غازہ بھی بخشا
شیشوں میں نزاکت پیدا کی اخلاق کے جوہر چمکائے

اس کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید فرمائی، ارشاد ہوا:

"استوصوا بالنساء خیرا"(۱)

(عورتوں کے بارے میں بہتر سلوک کی تاکید ہے)

ایک حدیث میں فرمایا کہ عورت کو پسلی سے پیدا کیا گیا ہے وہ تمہارے لیے پوری طرح سیدھی نہیں ہوسکتی، بس تم اس سے فائدہ اٹھاؤ تو اس کی اس کمی کے ساتھ اٹھاؤ اور اگر تم اس کو سیدھا کرنا چاہو گے تو اسے توڑ دو گے اور اس کا توڑنا اس کو طلاق دینا ہے۔(۲) ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے کامل ایمان

---

(۱) سنن ابن ماجة: ۱۸۵۱ (۲) مسلم: ۱۴۷۰

رکھنے والا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں، اور تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی عورتوں کے ساتھ سب سے بہتر ہو۔ ایک مرتبہ سفر میں خواتین ساتھ تھیں ساربان خوش الحان تھا اس کی حدی خوانی سے اونٹ تیز رفتاری کے ساتھ بھاگ رہے تھے، آپ نے فرمایا:

"ویحك یا أنجشة رویدك بالقواریر"(۱)

(ارے اے انجشہ ! آہستہ آہستہ آبگینوں کا خیال رکھو)

یہ آپ کی سراپا رحمت تعلیمات ہی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو ہر بھاری ذمہ داری سے سبکدوش فرمایا، اور مردوں سے یہاں تک فرمادیا کہ اس کی اصلاح میں بھی سختی نہ کی جائے ورنہ وہ ٹوٹ جائیں گی، اور اس کے حسن معاشرت کی تلقین فرمائی۔

جنگوں میں ہدایت تھی کہ عورتوں اور بچوں پر ہرگز ہاتھ نہ اٹھایا جائے اور اخیر میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جن احکامات کی تاکید فرمائی اس میں عورتوں کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کا حکم اور اس کی وصیت بھی تھی۔

ماں کا درجہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے اوپر رکھا اور جب کسی نے سوال کیا کہ اللہ کے رسول! میرے سلوک کرنے کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری ماں، چوتھی مرتبہ پوچھنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باپ کا ذکر فرمایا۔(۲)

ایک روایت میں فرمایا کہ:

"الجنة تحت أقدام الأمهات"(۳)

(جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے)

کمزوروں کے لیے

کمزوروں کے لیے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی ہدایات دیں، ایک جگہ فرمایا کہ

---

(۱) بخاری: ۶۱۶۱ (۲) ابن ماجہ: ۲۷۰۶ (۳) کنز العمال: ۴۵۴۳۹

جو نوجوان کسی بوڑھے کی خدمت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بڑھاپے میں اس کی خدمت پر کسی کو مامور کر دیتے ہیں، ایک جگہ فرمایا کہ بیواؤں اور مسکینوں کے لیے کوشش کرنے والا ایسا ہے کہ جیسے اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والا، ایک مرتبہ ارشاد ہوا کہ مجھے کمزوروں میں تلاش کرو، یقیناً ان ہی کمزوروں کی وجہ سے تمہاری مدد بھی ہوتی ہے اور رزق بھی ملتا ہے۔(۱)

یتیموں کے لیے

یتیموں کے ساتھ سلوک کرنے کی آپ ﷺ نے خاص تاکید فرمائی ہے اور اس کی بڑی فضیلت ارشاد فرمائی ہے، ایک جگہ ارشاد ہوا کہ جو "یتیم کے سر پر محبت کے ساتھ ہاتھ پھیر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بالوں کی تعداد کے اعتبار سے اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے"(۲) ایک جگہ فرمایا:

"أنا و كافل اليتيم فى الجنة هكذا وأشار بالسبابة والوسطى وفرج بينهما شيئا"(۳)

(میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے اور پھر آپ ﷺ نے شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی سے اشارہ فرمایا اور دونوں کو الگ کیا)

ضرورت مندوں کے لیے

ضرورت مندوں کی مدد کا تذکرہ دسیوں روایات میں ملتا ہے، اور اس کی مختلف شکلیں آپ ﷺ نے بیان فرمائی ہیں، ایک جگہ صدقات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ کام کرنے والے کی مدد کر دو یا جو نہیں کر پا رہا ہے اس کا کام کر دو یہ بھی صدقہ ہے،

---

(۱) المستدرك: ۲۵۰۹ (۲) مسند احمد: ۲۲۸۰۹

(۳) صحيح البخاری: ۵۳۰٤

راستہ بتادینا صدقہ ہے، اور وہ کام جو کسی کو فائدہ پہنچائے یا اس کو کسی تکلیف سے بچالے وہ بھی صدقہ ہے، راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا صدقہ ہے، اور ایک مفصل حدیث میں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے روایت فرمائی جس کو ’’حدیث قدسی‘‘ کہتے ہیں، اس میں ارشاد ہوتا ہے: ’’اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بندوں سے سوال کرے گا کہ میں بیمار تھا تو تم نے عیادت نہیں کی، بندہ عرض کرے گا اے اللہ! میں تیری کیسے عیادت کرتا تو تو تمام جہان کا پالنے والا ہے، اللہ فرمائے گا کہ کیا تجھ کو نہیں معلوم تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہے کیا تو نے اس کی عیادت کی تھی؟ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو تو مجھے اس کے پاس پاتا، اسی طرح ارشاد ہوگا کہ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانے کو مانگا تھا کیا تو نے مجھے کھانا کھلایا؟ بندہ کہے گا کہ اے رب العالمین! میں آپ کو کیسے کھلاتا؟ ارشاد ہوگا: کیا تجھ سے میرے فلاں بندہ نے کھانے کو نہیں مانگا تھا، کیا تو نے اس کو کھانا دیا؟ اگر تو نے اس کو کھانا دیا ہوتا تو تو مجھے اس کے پاس پاتا، اسی طرح ارشاد ہوگا کہ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا تو کیا تو نے مجھے پانی پلایا؟ بندہ کہے گا کہ اے اللہ! آپ تو تمام جہانوں کے رب ہیں، میں آپ کو کیسے پانی پلاتا، ارشاد ہوگا کہ میرے فلاں بندہ نے تجھ سے پانی مانگا تھا مگر تو نے اس کو نہیں پلایا، اگر تو نے پلایا ہوتا تو مجھے تو اس کے پاس ہی پاتا‘‘۔(۱)

ایک جگہ ارشاد ہوا کہ جو کسی مسلمان سے کوئی تکلیف دور کرے گا اللہ تعالیٰ آخرت کی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف اس سے دور فرمادیں گے، کہ جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتا رہتا ہے۔(۲)

خادموں اور نوکروں کے لیے

’’خادم، نوکر اور مزدور کے ساتھ جو اور انسانوں کی طرح انسان ہیں،

---

(۱) صحیح مسلم: ۲۵۶۹ (۲) صحیح مسلم: ۲۶۹۹

اور جن کا اپنے مالک اور آقا پر احسان ہے، آپ ﷺ نے حسن سلوک کی جو تعلیم دی ہے وہ اس کے علاوہ ہے، جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو تم کھاتے ہو وہی ان کو کھلاؤ، جو تم پہنتے ہو وہی ان کو پہناؤ، اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو عذاب میں مبتلا نہ کرو، جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے ماتحت کیا ہے، تمہارے بھائی، تمہارے خادم اور مددگار ہیں، جس کا بھائی اس کا ماتحت ہو، اس کو چاہیے کہ جو خود کھاتا ہے وہی اس کو کھلائے، جو خود پہنتا ہے وہی اس کو پہنائے، ان کے سپرد ایسا کام نہ کرو جو ان کی طاقت سے باہر ہو، اگر ایسا کرنا ہی پڑے تو پھر ان کا ہاتھ بٹاؤ۔

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور پوچھا کہ میں اپنے نوکر کو ایک دن میں کتنی مرتبہ معاف کروں، آپ ﷺ نے فرمایا: ستر (۷۰) مرتبہ"، وہی بیان کرتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مزدور کو اس کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے دے دو"۔(۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ جنہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں دس سال گذارے فرماتے ہیں کہ کبھی آپ ﷺ نے مجھ سے کسی کام پر جو میں نے غلطی سے کیا ہو یہ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کیوں کیا اور کبھی بھی اس کام پر جو مجھے کرنے کے لیے کہا گیا اور میں نہ کر سکا کبھی آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کیوں نہیں کیا۔(۲)

حضرت زید رضی اللہ عنہ جو غلام کی حیثیت سے آئے تھے، سب سے زیادہ محبوب قرار پائے، اور ان کے فرزند حضرت اسامہ سے بھی آپ ﷺ کو انتہائی محبت تھی۔

---

(۱) ماخوذ از: نبی رحمت: ۲۱۴ (۲) ابوداؤد: ۴۷۷۳

جانوروں کے لیے

آنحضور ﷺ کی رحمت عامہ کا دائرہ صرف انسانوں تک ہی محدود نہیں بلکہ کل مخلوقات کو اس کا فیض پہنچا، آپ ﷺ نے یہاں تک ارشاد فرمایا:

"فی كل كبد رطبة أجر"(١)

(ہر ذی روح کو آرام پہنچانے میں اجر ہے)

فرمایا:

"فاذا قتلتم فاحسنوا القتلة واذا ذبحتم فأحسنوا الذبح"(٢)

(جب تمھیں قتل کرنا ہی پڑے تو اچھی طرح قتل کرو، اور ذبح کرنا ہو تو اچھے طریقہ پر ذبح کرو)

پھر آپ ﷺ نے اس کی وضاحت فرمائی:

"وليحد أحدكم شفرته وليرح ذبيحته"(٣)

(تم میں جو بھی ہو وہ اپنی چھری تیز کر لے اور ذبیحہ کو آرام پہنچائے)

''شداد بن اوسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے اور نرم برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے، اس لیے اگر قتل بھی کرو تو اچھی طرح کرو، تم میں سے جو ذبح کرنا چاہے وہ اپنی چھری پہلے تیز کرے اور اپنے ذبیحہ کو آرام دے، ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک بکری زمین میں ذبح کرنے کے لیے لٹائی، اس کے بعد چھری تیز کرنا شروع کیا، رسول اللہ ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا کیا تم اس کو دوبار مارنا چاہتے ہو، اس کو لٹانے سے پہلے تم نے چھری تیز کیوں نہ کر لی۔

(۱) بخاری: ۲۳۶۳ (۲) ترمذی: ۱۴۰۹ (۳) أیضا

آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو جانوروں کو چارہ پانی دینے کی ہدایت فرمائی اور ان کو پریشان کرنے اور ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادنے کی ممانعت کی، اور جانوروں کی تکلیف دور کرنے اور ان کو آرام پہنچانے کو باعث اجر وثواب اور تقرب الی اللہ کا ذریعہ قرار دیا، اور اس کے فضائل بیان فرمائے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک شخص کہیں سفر پر تھا، راستہ میں اس کو سخت پیاس لگی، سامنے ایک کنواں نظر پڑا وہ اس میں اتر گیا، جب باہر آیا تو دیکھا کہ ایک کتا پیاس کی شدت سے کیچڑ چاٹ رہا ہے، اس نے اپنے دل میں کہا کہ پیاس سے جو میرا حال ہو رہا تھا یہی اس کا بھی ہے وہ پھر کنویں میں اترا اپنے چمڑے کے موزے پانی سے بھرے، پھر اپنے دانتوں سے ان کو دبایا اور اوپر آکر کتے کو پلایا، اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کو قبول فرمایا، اور اس کی مغفرت فرمادی، لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! بہائم اور جانوروں کے معاملہ میں بھی اجر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "ہر اس مخلوق میں جو تر و تازہ جگر رکھتی ہے اجر ہے"۔(۱)

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ ایک عورت کو صرف اس بات پر عذاب دیا گیا کہ اس نے اپنی بلی کو کھانا پانی نہیں دیا اور نہ اس کو چھوڑا کہ وہ حشرات الارض ہی سے اپنا پیٹ بھر لے۔(۲)

سہیل بن عمرو (اور ایک روایت میں ہے سہیل بن الربیع بن عمرو)

(۱) صحیح البخاری: ۲۳۶۳ (۲) امام نووی بروایت مسلم

روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک ایسے اونٹ پر ہوا جس کی پیٹھ لاغری کی وجہ سے اس کے پیٹ سے لگ گئی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: ان بے زبان جانوروں کے معاملہ میں اللہ سے خوف کرو، ان پر سواری کرو تو اچھی طرح ان کو ذبح کرکے، ان کا گوشت استعمال کرو تو اس حالت میں کہ وہ اچھی حالت میں ہوں۔(۱)

عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک انصاری کے احاطہ میں داخل ہوئے، اس میں ایک اونٹ تھا، اس نے جب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو وہ بلبلانے لگا، اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، رسول اللہ ﷺ اس کے قریب تشریف لائے اور اس کے کوہان اور کنپٹیوں پر اپنا دست مبارک پھیرا، اس سے اس کو سکون ہوگیا، پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ ایک انصاری نوجوان آیا، اور اس نے کہا کہ یارسول اللہ! یہ میرا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم اس جانور کے معاملہ میں جس مالک اللہ تعالیٰ نے تم کو بنایا ہے اللہ سے نہیں ڈرتے، وہ مجھ سے شکایت کررہا تھا کہ تم اس کو تکلیف دیتے ہو اور ہر وقت کام میں لگائے رکھتے ہو۔(۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم کسی سرسبز جگہ جاؤ تو اونٹوں کو زمین پر ان کے حق سے محروم نہ کرو، اور اگر خشک زمین میں جاؤ تو وہاں تیز چلو، رات کو پڑاؤ ڈالنا ہو تو راستہ پر نہ ڈالو اس لیے کہ وہاں جانوروں کی آمدورفت رہتی

---

(۱) ابوداود: ۲۵۴۹ (۲) ایضاً

ہے اور کیڑے مکوڑے وہاں پناہ لیتے ہیں۔(۱)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ آپ ﷺ ایک ضرورت کے لیے وہاں سے تھوڑی دیر کے لیے تشریف لے گئے، اس درمیان ہم نے ایک چھوٹی چڑیا دیکھی اس کے ساتھ دو بچے تھے، ہم نے دونوں بچے لے لیے، وہ یہ دیکھ کر اپنے پروں کو پھڑ پھڑانے لگی، آپ ﷺ تشریف لائے اور پوچھا کہ کس نے اس کے بچے چھین کر اس کو تکلیف پہنچائی ہے، پھر آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اس کو بچے واپس کرو، یہاں ہم نے چیونٹیوں کی ایک آبادی دیکھی اور اس کو جلا دیا، آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو کس نے جلایا ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ ہم لوگوں نے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ آگ سے عذاب دینے کا حق صرف آگ کے رب کو ہے"۔(۲)(۳)

رحمت کی ہمہ گیری

آنحضور ﷺ کی رحمت کا دائرہ صرف انسانوں اور پھر جانوروں تک محدود نہیں، بلکہ اس میں کل کائنات شامل ہے، آپ کی تعلیمات میں زمین کا بھی حق بتایا گیا کہ اس پر اکڑ کر مت چلو، اس کو بے کار مت چھوڑو، خود اگر کچھ نہیں کر سکتے تو دوسروں کو دے دو، وہ اس کو آباد کریں،(۴) فرمایا گیا کہ اگر کوئی زمین میں درخت لگا رہا ہے تو اپنا کام پورا کرے چاہے اس کا آخری وقت آگیا ہو، مگر وہ اپنا کام نہ چھوڑے، آپ ﷺ نے ہرے بھرے درختوں کو کاٹنے سے منع فرمایا،(۵) اور نہ جانے کتنی وہ

---

(۱) صحیح مسلم: ۱۹۲۶ (۲) ابوداؤد: ۲۶۷۳ (۳) نبی رحمت: ۶۱۱-۶۱۳

(۴) سنن النسائی: ۳۸۷۸ (۵) ابوداؤد: ۵۲۴۳

تعلیمات ہیں جن سے آپ ﷺ کی رحمت عامہ کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

ہزاروں ہزار درود وسلام اور رحمتیں ہوں نبی رحمۃ للعالمین ﷺ پر جن کے صدقہ میں دنیا باقی ہے، انسانیت کا بھرم قائم ہے، اور آج جو کچھ بھی دلوں میں انسانیت کا درد ہے، محبت کی کسک ہے، رحمت کے مظاہر ہیں وہ سب اسی نبی رحمت ﷺ کی اسوۂ رحمت زندگی کا نتیجہ ہے جو تمام عالم کے لیے نمونہ تھی، نمونہ ہے اور ہمیشہ نمونہ رہے گی۔

بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے
وہ سب پود انہیں کی لگائی ہوئی ہے

10.12.2016

خطبات دکن سیریز

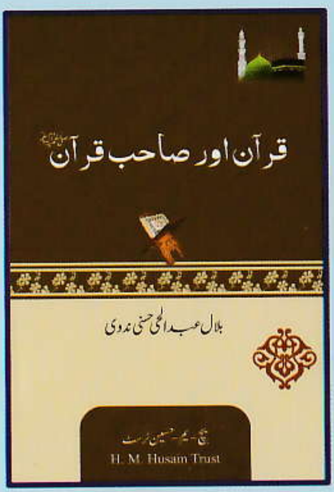

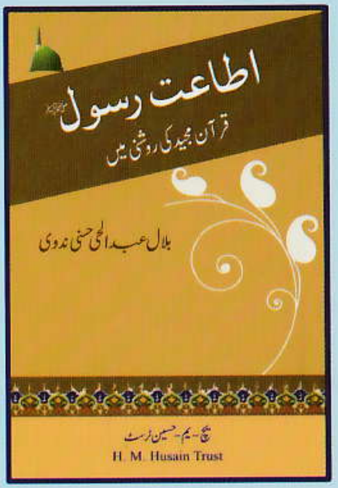

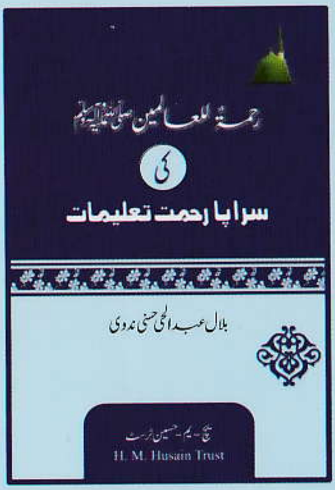

ایچ-یم-حسین ٹرسٹ
H. M. Husain Trust
E-Mail: hmhamuwash@yahoo.com
Cell: +91-7095168679